انتخابِ سرکار اور شرعی نقطہ نظر: ایک علمی و تحقیقی جائزہ

Selection of The Head of the State & Islamic point of view: A Critical Analysis

ڈاکٹر میاں رفیع اللہ[i] ڈاکٹر میاں اسعد اللہ[ii]

Abstract

It is a time tested fact that a peaceful society needs a stable government, which is acceptable to all holders, but it is obvious that people who will govern most have enough talent to dispose off their duties properly.

It is obvions from the Holy Quran and Sunna that there has not been a specific creteria for the selection of the head of the state. One can find about three ways of this selection, the selection by public,by head of the state or through the members of council. This reveals that Islam possesses the policy regarding the selection of the head of the state in accordance with the demands of time and among them, whatever is suitable and appropriate, may be followed for the prosperity of the masses.

In this article, the various types of selection of the head of the state have been discussed in light of the teachings of Islam.

Keywords: *Selection, Head of the State, Islamic point of view*

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی ایسی صریح نص موجود نہیں، جن سے مخصوص سربراہ کو متعین کرنے کا ثبوت ملتا ہو، یا سربراہ کے تقرر کے متعلق کوئی خاص طریقہ بیان کیا گیا ہو۔ حکومت کی تشکیل کسی بھی نوعیت کی ہو جب وہ قرآن کے مقصد کی تکمیل کرتی ہو اور یہ مقصد کسی بھی طرز حکومت سے حاصل ہو سکتی ہو وہ درست ہے۔ اس بارے میں وہ نصوص موجود ہیں جو امارت اور ولایت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، چاہے وہ ولایت و امارت چھوٹی ہو یا بڑی۔ اگر اس بارے میں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں کوئی خاص نص موجود ہوتی، تو صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی وضاحت کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی وصال کے بعد اختلاف اصول ریاست کے متعلق نہیں تھا۔ یہاں تک کہ جو لوگ ابو بکر صدیق کی بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے کسی ایسے معارض اصول کا سہارا نہیں لیا، اور نہ اس کو ذکر کیا ہے۔ اس آرٹیکل میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ اسلامی تعلیمات میں سربراہ حکومت کے انتخاب کا کیا طریقہ کار ہے۔

أ- انتخاب و تشکیل سرکار

کوئی شخص جس میں خلیفہ کے شرائط موجود ہوں، وہ اس وقت تک جائز خلیفہ نہیں بن سکتا جب تک اس کا طریقہ کار جائز نہ ہو۔ چنانچہ اس کے متعلق شاہ ولی اللہ رقمطراز ہیں:

---

i لیکچرار، گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ، سردار گڑھی، پشاور

ii لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج، جمرود، خیبر ایجنسی

"اگر شخص متفرد باشد در زمان خود بشروط خلافت یا جمعی هستند متصف بشروط خلافت واین شخص افضل است منعقد نشود خلافت او بغیر یکی از طرق زید اکہ بہ صفتی کہ دی دار د بدون تسلط یا بیعت خلاف منقطع نشود وفتنہ ساکن نگردد[1]"

"اگر کوئی شخص یا گروہ ایسا موجود ہو جو اسلامی حکومت کی سربراہی کرنے کے اوصاف پورے رکھتا ہو اور وہ شخص سب سے افضل بھی ہو تب بھی اس کی سربراہی اس وقت تک درست تسلیم نہیں کی جاتی ہے جب تک اس کا انتخاب مسلمانوں کا ایک گروہ شرعی طریقے سے نہ کرے۔ اس لئے کہ بیعت یا تسلط کے بغیر صرف سربراہی کی صفات رکھنے سے مسلمانوں کے درمیان اختلافات ختم نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس کے نتیجے میں پیدا شدہ فتنے ختم ہوں گے"

انتخاب سرکار کے مشہور طریقے

حکمران مقرر کرنے کے کئی طریقے ہیں، مگر ان میں چار مشہور ہیں،

✓ **پہلا طریقہ انتخاب: بیعت کرنا**

حکمران مقرر کرنے کا ایک طریقہ بیعت کرنے کا ہے، کہ رعایا اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔

بیعت کا تعارف

لفظ بیعت بَاعَ ، وباع لشئ منه اور وله بيعا وبيعاء سے مأخوذ ہے، اس کو فلاں چیز ثمن کے بدلے دے دی۔ اس کے ساتھ عقد بیع کیا۔ بیعاً اور مبیعاً اس کے مصدر ہیں۔ درحقیقت بیعت کسی کے ایجاب پر سودا کرنا، اور کسی کی اطاعت وفرمانبرداری پر معاہدہ کرنا ہے۔ ابن منظور الافریقی کہتے ہیں:

"البَيْعةُ: المبايعةُ والطاعةُ. وَقَدْ تبايَعُوا عَلَى الأَمر: كَقَوْلِكَ أَصفقوا عَلَيْهِ، هُوَ عِبارَةٌ عَنِ المعاقَدةِ والمعاهَدةِ كأَن كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا باعَ مَا عِنْدَهُ مِنْ صَاحِبِهِ وأَعطاه خَالِصَةَ نَفْسِه وطاعَتَه ودَخِيلةَ أَمره[2]"

"بیعت درحقیقت طرفین کی جانب سے عقد اور عہد ہے، گویا جانبین میں سے ہر ایک دوسرے پر وہ سب کچھ بیچ دے جو اس کے پاس ہے۔ اور اس کو اپنے کاموں کا اختیار حوالہ کردے"

علماء نے بیعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں، مثلاً حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"هی أَن يَجْتَمع أهل الحل وَالْعقد ويعقدون الأمامة لمن يستجمع شرائطها[3]"

"بیعت کا مطلب یہ ہے کہ اہل حل وعقد جمع ہو جائے اور اس شخص کو سربراہ بنائے جس میں سربراہی کے تمام شرائط موجود ہوں۔"

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"أن البيعة هي العهد على الطاعة، كأن المبايع يعاهد أميره على أنه يسلم له النظر في أمرنفسه وأمور المسلمين[4]"

"بیعت کرنے والے کی طرف سے اس کی اطاعت کا عہد کرنا، گویا وہ اپنے اور تمام مسلمانوں کے امور اس کے سپرد کرنا ہے

بیعت کے اقسام

جس چیز پر بیعت کی جاتی ہے اس اعتبار سے اس کی کئی اقسام بنتی ہیں، جن کا ذکر ذیل میں مختصراً کیا جاتا ہے:

1. اسلام پر بیعت

تمام بیعتوں میں یہ سب سے اہم ہے۔ اس بیعت کا انکار اور اس کو توڑنا، یا اس کی خلاف ورزی کرنا کفر کا باعث بن جاتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جو آدمی اسلام میں دخول کا ارادہ رکھتا۔ تو نبی کریم ﷺ کے پاس آتا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہتا کہ میں اسلام پر کاربند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔ چنانچہ بیعت کی یہ قسم قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ [5]"

"اے پیغمبر جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو"

اس بیعت کے بارے میں حدیث میں آیا ہے، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ؛

"بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ [6]"

"میں نے رسول اللہ کے ساتھ بیعت کی میں اس بات کی گواہی پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور سننے اور اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی چاہتے ہو"

2. نصرت و مدد پر بیعت

اس سے مراد وہ بیعت ہے جو آپ ﷺ نے انصار سے لی تھی کہ میری مدد کروگے، جیسا کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں ہوا تھا۔

3. جہاد پر بیعت

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بیعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

"إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّافِي التَّوْرَاةِوَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيمُ [7]

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔ اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت ہے یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے"

ایک روایت میں یزید بن ابی عبید کے سوال کا ذکر ہے، جو اس نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیعت رضوان سے متعلق کیا تھا،

قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ: عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ؟ قَالَ: عَلَى المَوْتِ[8]"

امام مسلم نے جابر رضی اللہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

" لَمْ نُبَايِعْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَوْتِ، إِنَّمَا بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نَفِرَّ[9]"

اس کے متعلق بہت سی روایات آئی ہیں، یہاں تک کہ صحابہ کرام یہ اشعار پڑھتے تھے؛

"نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا[10] "

"ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرتے دم تک محمد ﷺ کے ساتھ جہاد پر بیعت کی ہے"

4. بیعت علی السمع والطاعة

اس سے مراد حکمران کی اطاعت وفرمانبرداری پر بیعت کرنا ہے کہ ہم اس حاکم کی اطاعت ہر حال میں کیا کریں گے۔ یہاں اس مضمون میں ہمارا مقصد بھی یہی بیعت ہے۔ اس پر بہت زیادہ روایات موجود ہیں، عبادہ بن صامت سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں؛

"بَايَعْنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ[11]"

"ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے۔ سننے، اطاعت کرنے پر، مشکل اور آسانی میں اور یہ کہ ہم پر ترجیح دینے پر اور اس بات پر کہ ہم حکمران سے جھگڑا نہیں کریں گے، مگر یہ کہ تم ان میں صریح کفر دیکھو جس کے متعلق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہو"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛

"كُنَّا نُبَايِعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، يَقُولُ لَنَا: «فِيمَا اسْتَطَعْتَ[12]"

"ہم رسول اللہ کے ساتھ سننے اور اطاعت (فرمانبرداری) پر بیعت کرتے تھے۔ وہ ہمیں کہتے: کہ یہ کہو: اس چیز میں جس میں میری استطاعت ہو۔"

انتخابِ سرکار کا پہلا طریقہ "بیعت" کا ہے۔ اس صورت میں حاکم کا انتخاب براہ راست شوریٰ کے ذریعے ہوتا ہے۔ ریاست عامہ کے مسلمہ اشخاص کی رہنمائی میں امت کی مرضی سے ایک شخص کو سربراہی کے لئے چُن لیا جاتا ہے۔ امت کا ایک منتخب کونسل یعنی ارباب حِل وعقد جمع ہو جاتے ہیں اور کسی ایک شخص کو امامت کے لئے منتخب کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی کے متعلق الماوردیؒ کہتے ہیں؛

"الإمامة تنعقد من وجهين:أحدهما: باختيار أهلِ العَقْدِ والحَلِّ وَالثَّانِي: بِعَهْدِ الْإِمَامِ مِنْ قَبْلُ[13]"

چنانچہ نبی کریم ﷺ کے نامور صحابہ کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے، اور غور وخوض کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر متفق ہو گئے اور وہاں موجود لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی[14]۔ حکمران کا انتخاب شوریٰ کے ذریعے کیا جائے۔ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فَمَنْ تَأَمَّرَ مِنْكُمْ مِنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَاقْتُلُوهُ[15]"

"جو مسلمانوں کے مشورے کے بغیر امیر مقرر ہو تو اس کو قتل کرو۔"

اس بات کی توضیح کے لئے کہ حاکم کا انتخاب مسلمانوں کے مشورہ سے ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ نے عباسی خلیفہ کے ایک سوال کے جواب میں کہا:

"وَقد وليت الْخلَافَة وَمَا اجْتمع عَلَيْك نفسان من أهل التَّقْوَى ، وَإِن الْخلَافَة تكون بِإِجْمَاع أهل التَّقْوَى[16]"

"آپ ایسی حالت میں خلیفہ بنے ہوں کہ آپ کی حکومت پر تو دو اہل تقویٰ بھی جمع نہیں ہوئے اور حکومت اہل تقویٰ کے باہم مشورے سے منتخب ہوتا ہے"

جمہور علماء کی نظر میں قرآن کریم اور سنت رسول میں حکومت کی تشکیل کی کوئی خاص نوعیت متعین نہیں، بلکہ سربراہ ریاست اپنے دائرہ میں رہ کر قرآنی مقاصد کی تکمیل کرے تو وہ اسلامی حکومت ہے۔ البتہ اس کا تقرر ایک عام انتخابی عمل ہے، جس میں اول درجہ دین کے تحفظ کو حاصل ہے، اور اس کے بعد عوام الناس کے فوائد کو، الماوردی کہتے ہیں:

"الْإِمَامَةُ مَوْضُوعَةٌ لِخِلَافَةِ النُّبُوَّةِ فِي حِرَاسَةِ الدِّينِ وَسِيَاسَةِ الدُّنْيَا[17]"

"حکومت دین کے تحفظ اور عوام کے خیال رکھنے کے لئے خلافت نبوی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ مَا أَقَامَ فِيكُمْ كِتَابَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ[18] "

"اگر ایک غلام عامل حکومت کتاب اللہ کے مطابق قیادت کرے تو اس کے حکم کو سنو اور اطاعت کرو۔"

نبی کریم ﷺ کی وصال کے بعد چار مرتبہ ریاست کے سربراہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ جو درج ذیل ترتیب سے تھا:

- سب سے پہلے ۱۱ھ/۶۳۲ء کو انتخاب سرکار عمل میں آیا، اور ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اور سربراہ ریاست مقرر ہوئے۔
- دوسری بار ۱۳ھ/۶۳۴ء میں سربراہ ریاست کا انتخابی تقرر ہوا، اور عمر فاروقؓ مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوئے۔
- تیسری بار ۲۴ھ/۶۴۴ء میں انتخابی تقرر ہوا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلامی حکومت کا سربراہ چُن لیا گیا۔
- چوتھی بار ۳۵ھ/۶۵۵ء میں انتخابی عمل وجود میں آیا، اور حضرت علیؓ اس منصب کے لئے منتخب ہوئے[19]۔

اسلامی شریعت کی رو سے یہ چاروں انتخاب ترتیب وار اہمیت رکھتے ہیں۔

✓ دوسرا طریقہ انتخاب: بذریعہ شوریٰ اور بواسطہ رائے عامہ

اس صورت میں سربراہ ریاست کا انتخاب براہ راست شوریٰ کے ذریعے ہوتا ہے۔ ریاست عامہ کے منتخب نمائندے جمع ہوتے ہیں۔ جن کو اہل حل وعقد کہتے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ کے دور میں اس مجلس کے یہ پانچ ارکان تھے، یعنی عمر فاروق، ابو عبیدہ بن الجراح، اسید بن حضیر، بشر بن سعد اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم[20]۔ ایک روایت میں ہے؛

"لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – اجْتَمَعَ الْأَنْصَارُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ لِيُبَايِعُوا سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا بَكْرٍ، فَأَتَاهُمْ وَمَعَهُ عُمَرُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ، وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مِنَّا الْأُمَرَاءُ، وَمِنْكُمُ الْوُزَرَاءُ. ثُمَّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ عُمَرَ وَأَبِي عُبَيْدَةَ أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ [21]"

حضرت عمرؓ نے ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی اور لوگوں نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا شروع کر دیا ،لیکن بعض انصار نے کہا:

"لَا نُبَايِعُ إِلَّا عَلِيًّا[22]"

"ہم تو صرف علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔"

اس بحث کے بعد نتیجہ کے طور پر سب کی رائے ایک شخص پر جمع ہوئی اور یوں امت کی مرضی نے اجماع کی شکل اختیار کرلی،اور امت کا فیصلہ افراد کے ارادوں پر غالب آیا۔یوں ایک شخص ملت اسلامیہ کا سربراہ منتخب ہوا،جو سقیفہ بنی ساعدہ میں شوریٰ کے ذریعے ہوا[23]۔

✓ تیسرا طریقہ انتخاب بذریعہ نامزدگی (استخلاف)

اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ وقت (سربراہ حکومت) اپنے جانشین کا نام تجویز کرتا ہے اور پھر مجوزہ نام اہل اختیار کے شوریٰ میں پیش ہوتا ہے۔اور وہ اس شخص کی دینی،علمی،سیاسی اور اہلیتی معیار کو جانچتے ہیں۔اس پر مشورہ کرتے ہیں۔اس کے بعد اس کا نام حصول رائے عامہ کے لئے پیش ہوتا ہے اور جب یہ تینوں مراحل گزر جاتے ہیں تو پھر مجوزہ شخص اپنے عہدہ کا حلف لیتا ہے اور خلیفہ کے موت کے بعد وہ شخص سربراہ حکومت کے منصب پر براجماں ہوتا ہے۔چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی طریقہ پر عمل میں آیا۔قاضی ابو یعلیٰ ؒ کہتے ہیں:

"الإمامة لا تنعقد للمعهود إليه بنفس العهد، وإنما تنعقد بعهد المسلمين [24]"

"معہود الیہ کی امامت (حکومت) نفس عہد سے منعقد نہیں ہوتی بلکہ مسلمانوں کی رضامندی اور بیعت سے منعقد ہوتی ہے"

"أن إمامة المعهود إليه تنعقد بعد موته باختيار أهل الوقت [25]"

"جانشین (ولی عہد) کی حکومت سربراہ کی موت کے بعد اھل اختیار کے انتخاب سے منعقد ہوتی ہے۔"

اس کے متعلق ماوردی کہتے ہیں:

"وَالثَّانِي: بِعَهْدِ الْإِمَامِ مِنْ قَبْلُ[26]"

"دوسرا طریقہ ماقبل حکومت کی طرف سے کسی کی نامزدگی ہے"

اسی طریقہ انتخاب(*Nomination*) کے متعلق ابن جماعۃ لکھتے ہیں:

"اسْتِخْلَاف الإِمَام الَّذِي قبله: كَمَا اسْتخْلف أَبُو بكر رَضِي الله عَنْهُمَا، وَأَجْمعُوا على صِحَّته[27]"

"دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلا امام یا سربراہ حکومت ایک شخص کا نام شوریٰ میں تجویز کرے جس طرح ابو بکر صدیق نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کا نام تجویز کیا اور صحابہ کرام نے اس تجویز کی صحت پر اجماع کیا ہے۔"

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قریب المرگ ہوئے تو ان کو اس بات کا ڈر پیدا ہوا کہ کہیں یہ لوگ میرے بعد امیر کے انتخاب میں اختلاف نہ کر بیٹھے۔ اس لئے انہوں نے ایک ایسے شخص کی تلاش شروع کر دی جس میں سربراہی کے شرائط موجود ہوں اور وہ اس بار کا اہل بھی ہو تا کہ اس بوجھ کو اٹھا سکے۔ چنانچہ ابو بکرؓ نے صحابہ کرام کے ساتھ مشورے شروع کر دیئے، جن کی روشنی میں عمر فاروق کا انتخاب عمل میں لایا گیا، یہ آپ کا ذاتی اجتھاد اور فیصلہ نہیں تھا۔ چنانچہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

"اسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ فِي ذَلِكَ، فَمِنْهُمْ مَنْ رَضِي، وَمِنْهُم من كَرِهَ[28]"

"ابو بکر صدیق نے حضرت عمرؓ کے حق میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ کچھ اس پر راضی تھے اور کچھ راضی نہیں تھے۔"

جب ابو بکر صدیق نے مجلس شوریٰ میں نامزد شخص کا نام لیا تو حاضرین مجلس دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ کچھ اس پر رضامند تھے اور کچھ نہیں۔ اس لئے انہوں نے کہا:

"مَا أَنْتَ قَائِلٌ لِرَبِّكَ إِذَا سَأَلَكَ عَنِ اسْتِخْلَافِكَ عُمَرَ عَلَيْنَا، وَقَدْ تَرَى غِلْظَتَهُ[29]"

"آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب وہ آپ سے عمرؓ کو ہم پر خلیفہ مقرر کرنے کے بارے میں پوچھے جبکہ آپ اس کی سخت مزاجی سے واقف ہیں"

ابو بکر صدیق نے جواب دیا:

"إِذَا لَقِيتُ اللَّهَ رَبِّي فَسَاءَلَنِي قُلْتُ: اسْتَخْلَفْتُ عَلَى أَهْلِكَ خَيْرَ أَهْلِكَ[30]"

"جب میں اپنے رب کا سامنا کروں کہ وہ مجھ سے پوچھے تو میں جواب دوں گا کہ میں تیرے اہل پر تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو سربراہ بنا کر آیا ہوں"

ایک دن ابو بکر صدیق اپنے بالاخانہ سے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ عَهِدْتُ عَهْدًا أَفَتَرْضَوْنَ بِهِ؟ فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ رَضِينَا يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ[31]"

"اے لوگوں: میں نے اپنے بعد خلافت کی ذمہ داری ایک شخص کے حوالے کی ہے کیا تم اس پر راضی ہو تو صحابہ کرام نے فرمایا: اے رسول اللہ کے خلیفہ! ہم اس پر راضی ہیں۔"

البتہ اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ شرعی لحاظ سے سربراہ وقت کو ولی عہد کے انتخاب کا مطلق اختیار نہیں ہے بلکہ کچھ ضروری شرائط ہیں جن کا ولی عہد میں پایا جانا ضروری ہے۔ اور ایسے شخص کو نامزد کرنا جائز نہیں ہے جس میں حکومت کی تمام شرائط یا ایک شرط موجود نہ ہو۔ اس لئے موجودہ حکمران کے لئے یہ قطعا جائز نہیں ہے کہ وہ یہ ذمہ داری ایسے شخص کے سپرد کرے، جو اس عالی منصب کے لائق نہ ہو۔ ماوردی کہتے ہیں:

"فَإِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ أَنْ يَعْهَدَ بِهَا فَعَلَيْهِ أَنْ يُجْهِدَ رَأْيَهُ فِي الْأَحَقِّ بِهَا، وَالْأَقْوَمِ بِشُرُوطِهَا [32]"

"جبکہ خلیفہ وقت خلافت کی جانشینی کی وصیت کا ارادہ کرے تو یہ لازم ہے کہ ایسے شخص کی تلاش میں پوری کوشش کریں جو اس منصب کا زیادہ حقدار ہو اور اس منصب کی شرائط کو خوب طریقے سے قائم کر سکتا ہو۔"

لہذا اس تفصیل کی بناء پر خلیفہ کے ولی عہد میں یہ بات ضروری ہے کہ اس میں خلافت کی شرائط پوری ہوں، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر امت فساد اور اختلافات کی طرف جائے گی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس تجویز کردہ شخص کے متعلق عام مسلمانوں کی رائے اور رضامندی معلوم کرے، جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا۔ چنانچہ ان مشوروں کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا تھا:

"اللهم علمي به أنَّ سريرته خير من علانيته، وأن ليس فينا مثله [33]"

"میرا حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ علم ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی شخص نہیں ہے"

ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

"أَتَرْضَوْنَ بِمَنْ أَسْتَخْلِفُ عَلَيْكُمْ؟ فَإِنِّي وَاللَّهِ مَا آلَوْتُ مِنْ جَهْدِ الرَّأْيِ، وَلا وَلَّيْتُ ذَا قَرَابَةٍ، وَإِنِّي قَدِ اسْتَخْلَفْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا، فَقَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا [34]"

"کیا تم لوگ اس شخص پر راضی ہو جس کو میں تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کروں۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی فکری کوشش اور جدوجہد میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کسی رشتے دار کا انتخاب کیا ہے۔ صحابہ کرام نے جواب دیا۔ ہم نے سنا اور اطاعت کریں گے۔"

اس کے متعلق حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"كَذَلِكَ عُمَرُ لَمَّا عَهِدَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ، إِنَّمَا صَارَ إِمَامًا لَمَّا بَايَعُوهُ وَأَطَاعُوهُ، وَلَوْ قُدِّرَ أَنَّهُمْ لَمْ يُنَفِّذُوا عَهْدَ أَبِي بَكْرٍ وَلَمْ يُبَايِعُوهُ لَمْ يَصِرْ إِمَامًا [35]"

"اس طرح ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کے متعلق جب وصیت کی تو وہ صحابہ کی بیعت کے بعد خلیفہ بنے اور اگر بالفرض صحابہ ابو بکر صدیق کی وصیت کو نافذ نہ کرتے اور عمر کے ہاتھ بیعت نہ کرتے تو وہ مسلم حکمران نہیں بن سکتے تھے۔"

اس تمام تفصیل سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جانشینی (Nomination) میں بھی اہل اختیار اور مسلمانوں کی رضامندی ضروری ہے، محض جانشینی سے وہ مسلمانوں کا حکمران نہیں بن سکتا۔

✓ چوتھا طریقہ انتخاب: شوری

جب حضرت عمر فاروقؓ زخمی ہوئے اور ان کے وصال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے مدبرین حکومت کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کیا، اور پھر اس عالی منصب کے لئے چند ناموں کی تخصیص کی۔ پھر اس مجلس کو ہدایت کی کہ امت کی آراء کے نتیجے میں کسی ایسے شخص کو تجویز کرو جو مفاد عامہ اور مرضی عامہ کا خیال رکھے۔ پھر شوری ایک فیصلہ کرتی ہے اور اس کے بعد استصواب رائے عامہ ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد بیعت عام ہوتی ہے، چنانچہ عثمانؓ کا انتخاب بھی اسی طریقے پر ہوا۔ اس مرحلے پر تین کام ہوئے:

أ- **مجلس شوریٰ کا قیام:** جن کے ارکان یہ صحابہ کرام تھے، حضرت علیؓ، عثمان غنیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعدؓ، زبیر بن عوامؓ، طلحہ بن عبداللہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ [36]۔ صحابہ کرام امت کی نظر میں ہر لحاظ سے اس عالی منصب کے قابل تھے۔ اس لئے امیر المؤمنین نے انتخاب کو ان میں محدود کر دیا، اور کہا کہ ساتوں افراد مشورہ کر کے کسی ایک کو منتخب کرو۔ عبداللہ بن عمر صرف مشورہ دیں گے، اور جب رائے برابر ہو گی تو ان کا ووٹ فیصلہ کن ہو گا، اور اگر دیگر ارکان اس کو تسلیم نہ کریں تو پھر عبدالرحمن بن عوف اپنے ووٹ سے فیصلہ کریں گے [37]۔

ب- مدینہ منورہ سے پچاس ارکان کا انتخاب ہوا اور یہ مرکزی مجلس شوریٰ کے مشیر قرار دیئے گئے۔ تا کہ جمہور کی رائے پوری عمومیت کے ساتھ سامنے آجائے [38]۔

"قَالَ لأَبِي طَلْحَةَ الأَنْصَارِيِّ: يَا أَبَا طَلْحَةَ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ طَالَمَا أَعَزَّ الإِسْلامَ بِكُمْ، فَاخْتَرْ خَمْسِينَ رَجُلا مِنَ الأَنْصَارِ، فَاسْتَحِثَّ هَؤُلاءِ الرَّهْطَ حَتَّى يَخْتَارُوا رَجُلا مِنْهُمْ [39]"

"حضرت عمر نے ابو طلحہ انصاری سے کہا کہ انصار میں سے پچاس آدمی کو منتخب کر کے ان کو اس بات کی ترغیب دو کہ وہ ایک شخص کو بطور سربراہ ریاست کے منتخب کرے۔"

مجوزہ شوریٰ نے کافی بحث کی اور عبدالرحمن بن عوف مرکزی استحکام کی خاطر حکمرانی سے دستبردار ہو گئے۔ کچھ لوگ حضرت علیؓ کے حق میں تھے اور کچھ حضرت عثمان کے حق میں۔ پھر سب نے عبدالرحمن بن عوف کو اختیار دے دیا کہ وہ جو فیصلہ کرے گا، سب کو منظور ہو گا۔

ت- **استصواب رائے عامہ:** عبدالرحمن بن عوف نے قرآن کریم کے مطابق عام شوریٰ کو فیصلہ کن قرار دیا۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے جداگانہ رائے لی گئی۔ اس کے بعد تین دن تک لوگوں سے پوچھتے رہتے، یہاں تک کہ مسافروں اور راہ چلتے لوگوں سے بھی رائے لی گئی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا اعلان بطور سربراہ ریاست کے کر دیا گیا۔

چنانچہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"يجمع رأي المسلمين برأي رؤس الناس وأقيادهم جَمِيعًا وَأَشْتَاتًا، مَثْنَى وَفُرَادَى، وَمُجْتَمِعِينَ، سِرًّا وَجَهْرًا، حَتَّى خَلَصَ إِلَى النِّسَاءِ الْمُخَدَّرَاتِ فِي حِجَابِهِنَّ، وَحَتَّى سَأَلَ الْوِلْدَانَ فِي الْمَكَاتِبِ، وَحَتَّى سَأَلَ مَنْ يَرِدُ مِنَ الرُّكْبَانِ وَالْأَعْرَابِ إِلَى الْمَدِينَةِ [40]"

"عبدالرحمن بن عوف نے مسلمانوں کی آراء کو جمع کیا۔ بڑوں سے چھوٹوں سے اجتماعی طور پر، انفرادی طور پر، خفیہ طور پر اور اعلانیہ طریقے سے رائے معلوم کی۔ یہاں تک کہ پردے میں عورتوں سے، مکتبوں میں بچوں سے، مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے اور راہ چلتے مسافروں سے رائے لی۔"

اس وقت یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ عثمانؓ سے بڑھ کر کوئی اس کا اہل نہیں ہے۔

"لا يخلو برجل الا امره بعثمان [41]"

"مدینہ کا ہر آدمی حضرت عثمانؓ کے متعلق رائے دیتے تھے۔"

اس بات کی طرف امام بخاری نے بھی اشارہ کیا ہے:

"فَلَمْ أَرَهُمْ يَعْدِلُونَ بِعُثْمَانَ [42]"

"میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت عثمان سے زیادہ کسی کو اہل نہیں سمجھتے۔"

اس طریقہ انتخاب میں بھی جمہور اور عوام الناس کی رائے کا خیال رکھا گیا اور مسلمانوں کو آزادانہ اظہار رائے کا اختیار دے دیا گیا، اس چوتھے انتخاب میں مسلمانوں کی تمام جماعت نے ایک فوری فیصلہ کے مطابق ایک شخص کو بطور سربراہ مملکت منتخب کیا۔ چونکہ اس وقت حضرت عثمانؓ شہید کر دئے گئے تھے اور عین اس وقت جب عالم انتشار اور اضطراب کی کیفیت میں تھی۔ جمہور صحابہ نے امن اور نظم کے قیام کو شدت سے محسوس کیا اور ایک فوری فیصلہ کے مطابق حضرت علیؓ منصب حکومت پر براجماں ہوئے چنانچہ اسی کے متعلق ابن الاثیر لکھتے ہیں:

"عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ جَاءَ النَّاسُ كُلُّهُمْ إِلَى عَلِيٍّ يُهْرَعُونَ، أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ وَغَيْرُهُمْ، كُلُّهُمْ يَقُولُ: «أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٌّ» ، حَتَّى دَخَلُوا عَلَيْهِ دَارَهُ، فَقَالُوا: نُبَايِعُكَ فَمُدَّ يَدَكَ، فَأَنْتَ أَحَقُّ بِهَا[43]"

" حضرت سعید ابن المسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا تو سب لوگ رسول اللہ کے صحابہ اور ان کے علاوہ باقی لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور سب نے کہا: آپ ہاتھ بڑھائے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ سب سے زیادہ حقدار ہیں۔"

اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے کہا:

"فَإِنِّي أَكُونُ وَزِيرًا خَيْرًا مِنْ أَنْ أَكُونَ أَمِيرًا[44]"

"مجھے امیر کی حیثیت سے رہنے کی بجائے وزیر کی حیثیت سے رہنا پسند ہے۔"

لوگوں نے کہا:

"وَاللَّهِ مَا نَحْنُ بِفَاعِلِينَ حَتَّى نُبَايِعَكَ [45]"

"ہم صرف آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ علیؓ نے کہا: کہ نہیں پھر مسجد میں بیعت ہوگی۔"

"فَإِنَّ بَيْعَتِي لا تَكُونُ خَفِيًّا، وَلا تَكُونُ إِلا عَنْ رِضَا الْمُسْلِمِينَ [46]"

"میری بیعت چھپ کر نہیں ہوگی بلکہ مسلمانوں کی آزادانہ اظہار رائے سے ہوگی۔(یعنی ان کی پسند سے ہوگی)۔"

چنانچہ اس کے بعد جب آپؓ مسجد آئے تو سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یوں آپؓ مسلمانوں کے چوتھے سربراہ ریاست منتخب ہوگئے۔

خلاصہ بحث

کتاب اللہ اور سنت رسول میں حکمران کے انتخاب کا کوئی خاص طریقہ مذکور نہیں۔ حکومت کی تشکیل کسی بھی نوعیت کی ہو جب وہ قرآن کے مقصد کی تکمیل کرتی ہو اور یہ مقصد کسی بھی طرز حکومت سے حاصل ہو سکتی ہو وہ درست

ہے۔انتخاب سرکار کے متعلق دورِ صحابہ سے چار طریقے مشہور ہیں۔ حالات کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، ان میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے سر براہ وقت کو ولی عہد کے انتخاب کا مطلق اختیار نہیں، بلکہ اس میں حکمران کی صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مقصد اول خلافت عامہ ۱: ۲۶، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی (س۔ن)

2 ابن منظور، ابوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، مادہ "البیع" ۸: ۲۶، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

3 قلقشندی، احمد بن علی بن احمد الفزاری، مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ: ۳۹، مطبعہ حکومۃ الکویت، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء

4 ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون: ۱۰۸، دار التاج، (س۔ن)

5 سورۃ الممتحنہ ۶۰ :۱۲

6 امام بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن إسماعیل، صحیح بخاری، کتاقب البیوع، باب ہل یبیع حاضر لباد بغیر اجر، حدیث: ۲۱۵۷، دار طوق النجاۃ ۱۴۲۲

7 سورۃ التوبۃ ۹ :۱۱۱

8 صحیح البخاری، باب غزوۃ الحدیبیۃ، حدیث (۴۱۶۹)

9 امام مسلم، أبو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش، حدیث (۱۸۵۶)، دار إحیاء التراث العربی، بیروت (س۔ن)

10 صحیح البخاری، باب التحریض علی القتال، حدیث (۲۸۳۴)

11 صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورا تنکرونھا، حدیث (۷۰۵۶)

12 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب البیعۃ علی السمع والطاعۃ فی ما استطاع، حدیث (۱۸۶۷)

13 الماوردی، أبو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیہ: ۲۱– ۲۲، دار الحدیث–القاہرۃ (س۔ن)

14 ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳: ۲۲۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء

15 ابن ہمام، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، حدیث الشوریٰ، حدیث (۹۷۷۶)، المکتب الاسلامی۔ بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء

16 القلعی الشافعی، أبو عبد اللہ محمد بن علی بن الحسن، تہذیب الریاسۃ وترتیب السیاسۃ: ۳۲۳، مکتبۃ المنار-الأردن الزرقاء، (س۔ن)

17 الاحکام السلطانیہ: ۱۵

18 امام احمد، أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث (۱۶۶۴۹) مؤسسہ الرسالہ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء

19 ابن الاثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم، الکامل فی التاریخ ۲: ۱۸۷- ۱۹۲، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ ھ

20 الاحکام السلطانیہ ۱: ۲۲

21 الکامل فی التاریخ ۲: ۱۸۷ - ۱۹۲

22 نفس مصدر

23 الکامل فی التاریخ ۲: ۱۸۷

24 الاحکام السلطانیہ ۱: ۲۵

25 نفس مصدر ۱: ۲۶

26 الاحکام السلطانیہ ۱: ۲۲

27 ابن جماعہ، ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم، تحریر الاحکام فی تدبیر اہل الاسلام ۱: ۵۳، دار الثقافۃ، قطر، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

28 اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳: ۴۶۴

29 نفس مصدر ۳: ۴۶۵، ذکر خلافۃ عمر

30 الطبری، محمد بن جریر بن یزید، تاریخ طبری ۳: ۴۳۳، دار التراث، بیروت، ۱۳۸۷ھ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳ :۶۶۵، ذکر خلافۃ عمر

31 اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳ : ۶۶۶

32 الاحکام السلطانیہ، الباب الاول فی عقد الامامۃ: ۳۱

33 نفس مصدر

34 تاریخ طبری ۳: ۴۲۸

35 ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعہ القدریہ ۱: ۵۳۰، جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیہ، ۱۴۰۶ھ

36 تاریخ طبری ۴: ۲۲۸

37 نفس مصدر ۲: ۵۸۱

38 تاریخ طبری ۲: ۵۸۱

39 نفس مصدر ۲: ۴۴۱

40 ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، خلافۃ عثمان ۷: ۱۴۶، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

41 تاریخ الطبری ۴ : ۲۳۱

42 صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب کیف یبایع الامام الناس، حدیث (۷۲۰۷)

43 اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳: ۶۱۰، خلافۃ علی بن ابی طالب

44 ابن الأثیر، أبو الحسن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی، الکامل فی التاریخ ۲: ۵۵۴، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

45 نفس مصدر ۴: ۴۲۷

46 الکامل فی التاریخ ۴: ۴۲۷